فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم

ادارہ کا مقالہ نگار کی آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

الحق کے اگست ۱۹۸۹ء کے شمارے میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت مولانا مدرار اللہ مدرار صاحب کا مقالہ پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔ کسی مسلمان کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا بڑی اچھی بات ہے، لیکن یہ اچھی بات نہیں کہ کسی مسلمان پر تحقیق کے بغیر غیر ذمہ داری کا الزام لگایا جائے اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی کی جائے کہ اُس نے ایک مرحوم شخص کے بارے میں غلط بیانی کی ہے ——— یہ مقالہ بلا مبالغہ مدعی سست اور گواہ چُست کا مصداق ہے۔ جن لوگوں کو مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے حالاتِ زندگی کے بارے میں پورا علم ہے اور انہوں نے قادیانیت کے بارے میں ان کی تحریریں "صدقِ جدید" میں پڑھی ہیں انشاء اللہ وہ میری تصدیق کریں گے۔ شاید فاضل مقالہ نگار نے یہ فرض کر لیا ہے کہ مولانا دریابادی کی "تفسیر ماجدی" راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذری، حالانکہ اس عاجز نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ دُکھ تو اسی بات کا ہے کہ مولانا یہ عقائد رکھتے ہوئے بھی مرزائیوں (بالخصوص لاہوری مرزائیوں) کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ نرم گوشہ کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر اُن پر گراں گذرتی تھی اور وہ اُن کی "دینی خدمات" اور "تبلیغی مساعی" کو بہت سراہتے تھے۔ مولانا مدرار اللہ صاحب کا یہ لکھنا قطعاً صحیح نہیں کہ حضرت تھانویؒ کے دامنِ ارادت سے وابستہ ہونے کے بعد مولانا عبدالماجد کی دُنیا ہی بدل گئی۔ کم از کم قادیانیت کے بارے میں ان کے مؤقف میں بالکل کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، حالانکہ حضرت حکیم الامتؒ نے ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ (دیکھئے کتاب "حکیم الامتؒ" مصنفہ مولانا عبدالماجد دریابادی ص ۲۵۶ تا ص ۲۶۰)

فاضل مقالہ نگار نے مولانا عبدالماجد کے جس علمی اور ادبی ہفت روزہ پرچے سے قارئین کو متعارف کرانا چاہا ہے اُس کا نام نہیں لکھا۔ اس پرچے کا نام پہلے "صدق" تھا پھر "صدقِ جدید" ہو گیا۔ راقم الحروف اس کا باقاعدہ خریدار تھا۔ یہ پرچہ حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد بھی سالہا سال تک شائع ہوتا رہا

اسی "صدقِ جدید" میں شائع ہونے والی مولانا دریابادی کی تحریروں نے غضب ڈھایا۔ اگر مولانا مدرار اللہ صاحب کو "صدقِ جدید" کے فائل (بالخصوص ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۳ء کے) کہیں سے مل جائیں تو ان کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد وہ دل پر ہاتھ رکھ کر اور خدا کو حاضر ناظر جان کر کہہ دیں کہ مولانا دریابادی قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے تو ہم ان کی بات تسلیم کرلیں گے۔

اب میرے ان نکات پر غور فرمائیے :۔

(۱) مولانا عبدالماجد "دریاآبادی" نہیں بلکہ "دریابادی" تھے۔ قصبے کا صحیح نام "دریاباد" ہے "دریاآباد" نہیں۔

(۲) "صدقِ جدید" میں مولانا دریابادی نے "قادیانیوں کی دینی خدمات اور تبلیغی مساعی" کی جس پرجوش طریقے سے حمایت اور مدافعت کی وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے سخت اذیت کا باعث ہوا۔ خود راقم الحروف نے آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے لاہور کے ایک ماہنامے میں ان کے رویہ پر سخت تنقید کی، بعض علماء نے بھی انہیں اس پر سختی سے ٹوکا لیکن وہ اپنی ہٹ کے پکے تھے، اپنے موقف کے حق میں طرح طرح کی تاویلیں کیں اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی کتاب "پرانے چراغ جلد ۲ ص۱۲۶" کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے :۔ "ایک بار قادیانیت اور قادیانیوں کے بارے میں اپنے نرم اور روادارانہ موقف پر نظرثانی کا مشورہ دینے کی جسارت کی اور اس سلسلہ میں کچھ خط وکتابت ہوئی، مولانا نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور یہ بات ہم سب نیازمندوں کو معلوم ہے کہ مولانا جب کوئی رائے قائم کرلیتے ہیں تو اس کو آسانی سے ترک نہیں فرماتے اور اکثر اوقات مداخلت یا مشورہ اس میں پختگی اور شدت پیدا کردیتا ہے۔"

یہ بات پیشِ نظر رہے کہ "پرانے چراغ" مولانا دریابادی کی وفات کے بعد شائع ہوئی اور یہ شہادت ایک ثقہ اور جید عالم دین دے رہے ہیں۔

(۳) ۸ راگست ۱۹۵۲ء کے "صدقِ جدید" میں مولانا دریابادی نے اپنے موقف اور قادیانیوں کی مدافعت کرتے ہوئے یہاں تک دعویٰ کیا کہ :۔

> "بعض علماء اور بہت سے پڑھے لکھے مسلمان مثلاً مولانا ابوالکلام، مولانا محمد علی قصوری، سید حبیب شاہ مرحوم، ڈاکٹر ذاکر حسین، مولانا اسلم جیراجپوری، عارف ہسوی، حکیم اجمل خان مرحوم، سالک صاحب، خواجہ حسن نظامی، شوکت علی مرحوم اور غالباً مولانا شبلی اور مہر صاحب کی طرح مولانا محمد علی جوہر بھی اہل قادیان کو باوجود سخت غلط، گمراہ اور مبتدع سمجھنے کے کافر مرتد اور خارج از اسلام نہیں سمجھتے تھے۔"

(۴) ماہنامہ "فاران" کراچی کے مدیر مولانا ماہرالقادری مرحوم نے قادیانیوں کے سلسلے میں مولانا دریابادی

موقف پر شدید تنقید کی اور ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا، پرچوں کا تبادلہ بھی موقوف اور خط و کتابت بھی موقوف۔ (دیکھئے "فاران" کراچی اکتوبر ۱۹۷۵ء)

کئی سال بعد جب مولانا ماہر القادری مرحوم نے جوش ملیح آبادی کی رسوائے زمانہ کتاب "یادوں کی برات" پر معرکہ آرا تبصرہ کیا تب کہیں جا کر مولانا دریابادی ان سے راضی ہوئے اور مولانا علی میاں کو لکھا کہ اب ان کے سات خون بھی معاف ہو سکتے ہیں۔ (دیکھئے پرانے چراغ جلد ۲ ص ۱۶۳)

(۵) (علامہ سید سلیمان ندوی سے) "صدق جدید" کے مضامین کا ذکر آیا تو علامہ نے فرمایا کہ مولانا عبدالماجد دریابادی مزاجاً ضدی واقع ہوئے ہیں، اور ہاں اپنی دہریت کے زمانے میں مولوی محمد علی مرزائی لاہوری کے انگریزی ترجمۂ قرآن کو انہوں نے پڑھا ہے، اس کا اثر ان کے ذہن و دماغ پر اب تک باقی ہے۔ مولانا حکیم نصیر الدین ندوی نے علامہ سید سلیمان ندوی سے دریافت کیا کہ آپ حضرات کے صحبت یافتہ ہوتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادی کا قادیانیوں کی طرف رجحان و میلان سمجھ میں نہیں آتا، تو سید صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ وہ اسی راستہ سے اسلام کی طرف آئے ہیں۔ (دیکھئے فاران مارچ ۱۹۷۶ء و یادرفتگان جلد ۲ ص ۶۶)

(۶) اب آخر میں "نرم گوشہ" کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی اپنی شہادت جو انہوں نے اپنی "آپ بیتی" (شائع کردہ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی) کے ص ۲۵۴ پر درج کی ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

> "اکتوبر ۱۹۲۰ء میں سفر دکن میں ایک عزیز ناظر یار جنگ جج کے ہاں اورنگ آباد میں قیام کا اتفاق ہوا اور ان کے انگریزی کتب خانہ میں نظر محمد علی لاہوری احمدی (عرف عام میں قادیانی) کے انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن مجید پر پڑ گئی، بیتاب ہو کر الماری سے نکالا اور پڑھنا شروع کر دیا جوں جوں پڑھتا گیا الحمدللہ ایمان بڑھتا گیا ۔۔۔ اور اس انگریزی قرآن کو جب ختم کر کے دل کو ٹٹولا تو اپنے کو مسلمان ہی پایا ۔۔۔ اللہ اس محمد علی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ اس کا عقیدہ مرزا صاحب کے متعلق غلط تھا یا صحیح؟ مجھے اس سے مطلق بحث نہیں، بہر حال اپنے ذاتی تجربہ کو کیا کروں میرے کفر و ارتداد کے تابوت پر تو آخری کیل اسی نے ٹھونکی"۔

یہ آپ بیتی مولانا دریابادی نے ۱۹۶۷ء میں قلمبند کی، جنت کی دعا کر رہے ہیں محمد علی آنجہانی سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور کیلئے، اور اس کے انگریزی ترجمۂ قرآن و تفسیر میں جو بولیاں ہانکی گئی ہیں انگریزی دان اہل علم کو ان کا بخوبی علم ہے مولانا دریابادی نے محمد علی کو مرزا کے بارے میں عقیدہ کو غلط تک کہنے سے گریز کیا۔

کیا ان شہادتوں کے بعد بھی اس بات میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ مولانا دریابادی قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔

کاش! مولانا مدراراللہ صاحب راقم الحروف کی تکذیب کرنے سے پہلے پوری تحقیق کر لیتے۔

(۷) مولانا مدراراللہ صاحب نے الحق کے ص۵۳ پر مولانا دریابادی مرحوم کی یہ عبارت نقل کی ہے :۔ "اس تیرہ چودہ سو برس کی مدت میں کوئی سنجیدگی کے ساتھ دعویدار نبوت ہوا ہی نہیں ...."

حیرت ہے کہ مولانا مدراراللہ صاحب نے اس عبارت کو اپنی مرضی کے معنی پہنا لیے ہیں، حالانکہ یہی عبارت مولانا دریابادی کے بارے میں نرم گوشہ اور ان کے دل کے چور کی غماز ہے، اسی مغالطے نے ان کو راہ راست سے بھٹکایا اور انہوں نے اپنے مرشد گرامیؒ کے ارشادات کو بھی نظر انداز کر دیا۔

مرزا غلام احمد کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے سنجیدگی سے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، پرلے درجے کی غلط اور گمراہ کن بات ہے۔ اس نے نہ صرف پوری سنجیدگی سے (اپنی بے شمار خرافاتی تحریروں، لایعنی الہامات اور اوٹ پٹانگ پیشگوئیوں کے ذریعے) نبوت کا دعویٰ کیا بلکہ اپنی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیا، اس نے اتباع رسول کے نام سے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہیں کی بلکہ کھلم کھلا یہ کہا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی متقی اور متبع رسولؐ کیوں نہ ہو جب تک اس کی نبوت (کاذبہ) پر ایمان نہیں لاتا مسلمان نہیں کہلا سکتا، قادیانیوں کو اس کا جنازہ پڑھنا بھی حرام ہے ـــــ مولانا مدراراللہ صاحب جیسے فاضل بزرگ سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ مولانا دریابادی کی اس غلط فہمی کا دفاع کرتے، شاید ان کو معلوم نہیں کہ مولانا دریابادی کا نظریہ یہ تھا کہ :۔

"قادیانیوں نے نصوص کی تاویل و تعبیر میں ٹھوکر تو کھائی ہے لیکن ان کی تکفیر جائز نہیں۔"

۳ ستمبر ۱۹۵۲ء کے "صدق جدید" میں لائل پور (فیصل آباد) کے ایک صاحب عبدالمجید بی اے کا یہ خط (مولانا کے نام) شائع ہوا :۔

"قادیانیوں کے متعلق دنیائے اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنی ایک علیحدہ امت بنائی۔ خود ہمارے سلسلہ دیوبند کے حضرات اکابر علماء حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا سہارنپوریؒ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا یہی مسلک رہا ہے اور ان حضرات نے تکفیر کی ہے .... صدق میں ان کے متعلق اس قسم کے مضامین دیکھ کر افسوس بھی ہوتا ہے اور دکھ بھی۔ اور اسی تاثر کی بناء پر آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ خدارا اس طریق کار کو چھوڑ دیجئے، قادیانیوں کی حمایت کے علاوہ بھی دین کی خدمت کی اور بہت سی شکلیں ہیں اور آپ کر بھی رہے ہیں انہی میں مشغول رہیئے۔"

صحیح العقیدہ اور درد مند مسلمان عبد المجید کے اس خط کے جواب میں مولانا دریا بادی غضب ناک ہوگئے اور انہوں نے قادیانیوں کی حمایت میں پورے چار کالم لکھ مارے، جن میں فرمایا کہ قادیانیوں کی تکفیر کوئی نئی بات نہیں ہے، علماء نے شیعوں اور نیچریوں کی بھی تو تکفیر کی ہے۔ اور "مغالطہ سب میں مشترک بس یہی ہے کہ نصوص کی تاویل و تعبیر کو ہر جگہ انکار و تکذیب کے مترادف سمجھ لیا گیا ہے اور تاویل و تعبیر میں ٹھوکر کھانے والوں کو جوشِ دینی سے مغلوب ہو کر منکرین و مکذبین کے حکم میں رکھ دیا گیا ہے"

مولانا دریا بادی کے ان خیالات کے ہوتے ہوئے مولانا مدرار اللہ صاحب کا ان کے دفاع میں پانچ صفحے لکھنا اور اپنے ایک ہم مشرب بھائی کی تردید کرنا ——

ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے

بقیہ ص ۳۵ سے : مسلم آبادی کا ارتقاء

کی تعداد ۲۶۱ ملین بڑھی ہے یہ اضافہ عالمی پیمانے پر ۱۲ ملین سال کے قریب ہے۔ اور جب ہم عالم اسلامی میں آبادی کا جائزہ لیتے ہیں تو مسلمانوں کی تعداد میں فطری اضافہ کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ کیونکہ ایک بڑی تعداد ہر سال حلقہ بگوش اسلام ہوتی ہے اس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ سابقہ اعداد و شمار سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ ۲۰۰۰ تک یعنی اکیسویں صدی کے آغاز میں مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ ملین ہو جائے گی۔ جو ۶۲ ۶۰ ملین کی آبادی میں ۲۲٫۵ فیصد ہوگی۔ اس لئے یہ اندازہ بھی لگایا جاتا ہے کہ آنے والے سالوں میں مسلمانوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان منصفانہ کوششوں کا علمی جائزہ لیں اور ان وسائل سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں جو امت اسلامیہ کے فلاح و بہبود کے باعث نہیں ؟

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

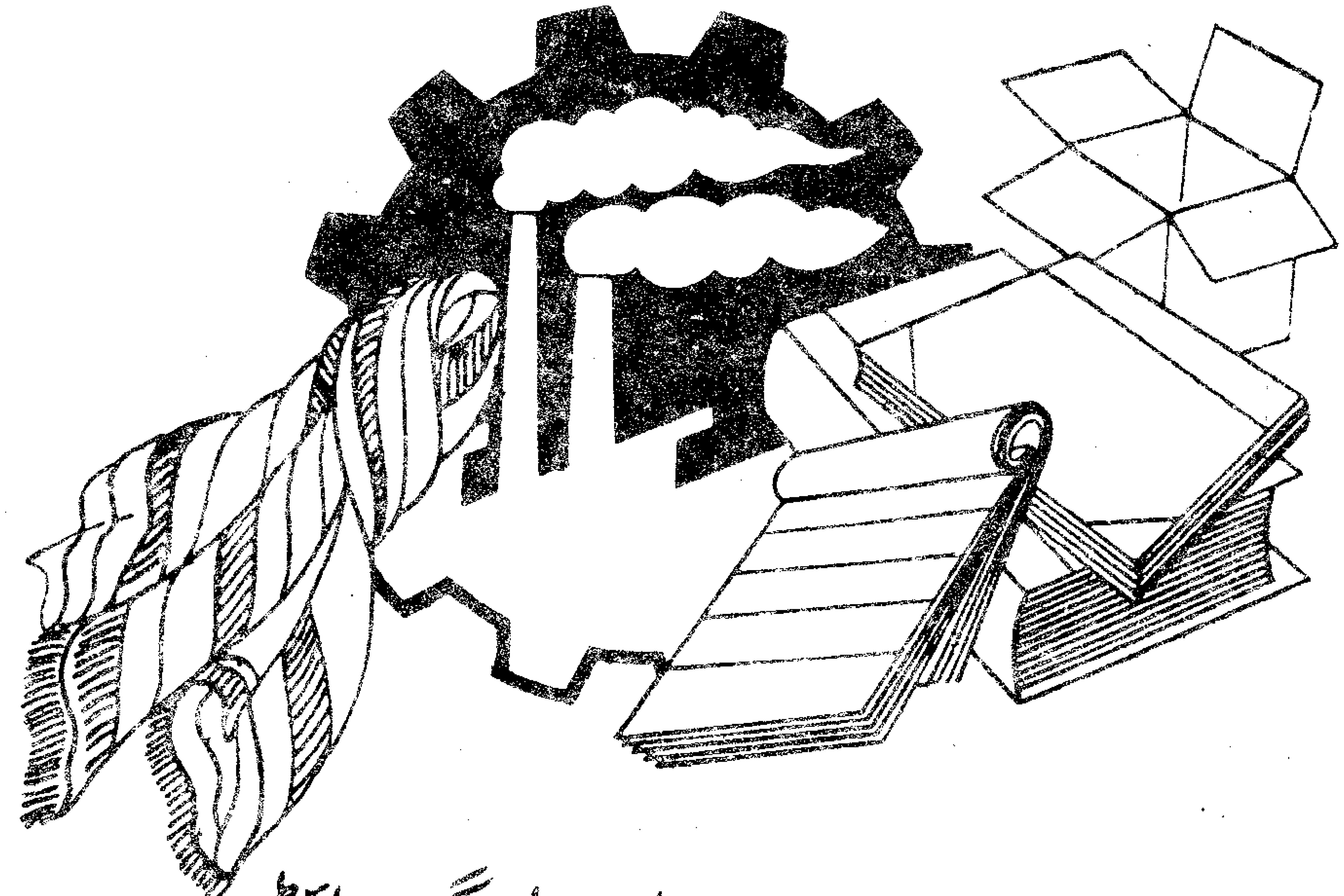

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 M

حضرت مولانا حافظ غلام حبیب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت | نام نامی اسم گرامی "غلام حبیب" ہے۔ احقر نے آپ کی تاریخ ولادت درج ذیل جملوں میں نکالی ہے:-

(۱) مولانا غلام حبیب صاحب: ۱۳۲۲ھ (۲) ہادی و راہبر غلام حبیب کرڈھی میں پیدا ہوئے: ۱۹۰۶ء

(۳) پیر غلام حبیب فرد فرید ہوئے: ۱۹۰۶ء

مولد و مسکن | آپ کا آبائی وطن موضع کدرڈھی وادی سون سکیسر ضلع خوشاب ہے۔ وادی سون سکیسر اپنی مردم خیزی، پُر لطف مناظر اور موسم کی خوشگواری کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ بائیس ۲۲ گاؤں پر مشتمل یہ علاقہ ہزاروں علماء و حفاظ کرام کا مولد و مسکن ثابت ہوا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رح موسم گرما گذارنے موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خان) سے یہاں تشریف لاتے تھے جس سے علاقہ میں ذکر و مراقبہ کی فضا عام ہوئی۔

سلسلۂ نسب | آپ کے والد ماجد کا نام غلام محی الدین بن قائم الدین بن رکن الدین ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب محمد بن حنفیہؒ کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد حجاز سے براستہ ہرات، کالا باغ اور وادی سون میں آباد ہوئے اور "اعوان" مشہور ہیں۔

اساتذہ | آپ کے اساتذہ میں قاری قمر الدین صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید امیر صاحبؒ رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ قابل ذکر ہیں۔

تحصیل سلوک | آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ (اکوڑہ خٹک) کے پیر بھائی ہیں، یہ دونوں حضرات حضرت امام العلماء والصلحاء خواجہ محمد عبد المالک صدیقی رح (خانیوال) کے مرید و خلیفہ ہوئے ہیں۔ آپ اپنے چچا زاد بھائی حضرت مولانا سید امیر صاحبؒ شیخ الحدیث ڈلوال کے مشورہ سے حضرت صدیقی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور نقشبندی سلوک طے کیا۔ ۲۹ شعبان ۱۳۵۲ھ کو حضرت صدیقی رح نے موصوف کو اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور تکمیل سلوک کی اطلاع کی۔ حضرت فضل علی قریشی رح آپ کی علو استعداد سے خوش ہوئے اور اپنی طرف سے سندِ خلافت عطا فرمائی۔

حلیہ مبارک | کشادہ پیشانی، سرخ و سپید رنگت جیسے میدے میں سندھور گوندھ کر بنایا گیا ہو، آنکھوں میں بلا کی چمک جیسے موتی جڑے ہوئے ہوں ستواں ناک، عناب کی طرح سرخ ہونٹ، وجیہہ الصورت، سڈول و متوازن جسم، طویل القامت، بارعب پر انوار چہرہ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ کا مصداق تھا، جاذب نظر چہرہ اَلَّذِيْنَ إِذَا رُءُوا ذُكِرَ اللّٰہ کی گواہی دیتا تھا۔ آپ کے سراپا کی دلکشی کو الفاظ میں سمو دینا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

دینی خدمات | حضرت موصوف رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ دعوت و ارشاد کا ملکہ بھی عطا فرمایا تھا، آپ کا اندازِ بیان جلالی ہوتا تھا، آواز میں قدرتی دبدبہ اور رعب تھا، آپ کی زبان مبارک سے علوم و معارف چھن چھن کر آتے، یوں محسوس ہوتا تھا کہ مضامین کے ستارے آسمان سے اتار کر لا رہے ہیں۔ تاثیر ایسی کہ بات دل میں اتر جاتی تھی۔ قرآن پاک پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ دورانِ بیان آیاتِ قرآنی اس روانی سے لاتے جیسے موتیوں کی مالا ٹوٹ پڑی ہو اور موتی تواتر سے گر رہے ہوں۔ علماء کرام آپ کے بیان سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں کئی کئی روز قیام کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ علماء اور طلباء میں وعظ کیا کریں۔

کافی عرصہ پرانی بات ہے کہ حاجی محمد رفیع (کپڑے والے) کے بیٹے حافظ محمد یوسف کی شادی تھی اور حضرت موصوفؒ کو نکاح پڑھانے کے لیے بلایا ہوا تھا۔ نکاح جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کی جامع مسجد میں تھا، حضرتؒ نے کھڑے ہو کر صفوں میں اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد دائیں طرف کو جا کر ایک بزرگ کے پاس دو زانو بیٹھ گئے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ یہ بزرگ حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تھے، حضرتؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت بنوریؒ سے عرض کیا کہ نکاح آپ نے پڑھانا ہے اور نکاح سے قبل وعظ بھی فرمانا ہے، تو حضرت بنوریؒ انکار فرماتے رہے لیکن میرا اصرار جاری رہا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اچانک فرمایا کہ "تجھ سے اچھا کون وعظ کر سکتا ہے"، میرے منہ سے بے ساختہ نکلا: "آپ"، حضرت بنوری رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور پھر اس مجلس سے خطاب فرمایا۔

مدارس و مساجد کا قیام | آپ کی زندگی کا اہم باب ہے۔ آپ نے اندرون و بیرون ملک جا بجا مساجد و مدارس قائم کیے۔ چکوال میں آپ کا قائم شدہ مدرسہ دار العلوم حنفیہ پاکستان کے مشہور جامعات میں شمار ہوتا ہے، ماشاء اللہ دورۂ حدیث شریف تک اسباق پڑھائے جا رہے ہیں۔ چکوال شہر میں پانچ مسجدیں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے قائم فرمائیں اور ہر مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی ہے۔ اللّٰھم زد فزد

دار العلوم حنفیہ کی مسجد تو فنِ تعمیر میں اپنی مثال آپ ہے۔ برطانیہ کی تاریخی مسجد صدام حسین برمنگھم کا سنگِ بنیاد بھی آپؒ نے رکھا اور افتتاح بھی آپ نے کیا۔

دینی تحاریک | ○ آپ کا تعلق جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ رہا ہے، اس ضمن میں اپنی جوانی میں بذاتِ خود